متحدہ قومیت اور اسلام

از شمس العلماء جناب مولانا عبدالرحمٰن صاحب پروفیسر دہلی یونیورسٹی

میں انڈین نیشن کا لفظ سالہا سال سے کانگریس کے حامیوں سے سنتا چلا آیا ہوں مگر اکثر ہندوؤں اور خال خال مسلمانوں سے اور وہ بھی سیاسی اور عقلی دلائل کے انداز پر۔ اب کچھ دنوں سے متحدہ قومیت کی دعوت مسلمانوں کو کانگریس کے پلیٹ فارم بلکہ خود مسلمانوں کے علماء کی زبان سے شروع ہوئی ہے جس میں مذہبی رنگ بھی پایا جاتا ہے۔ اتفاق سے میں اخبارات بہت کم دیکھتا ہوں، سیاسی مجالس میں تو جاتا ہی نہیں۔ اس لیے تفصیلی علم مجھے ان دلائل کا نہ تھا۔ جو علماء کرام کی ایک جماعت متحدہ قومیت کی حمایت میں پیش کرتی رہی ہے، اتفاق کی بات ایک دن ایک دوست سے ملنے گیا وہاں "متحدہ قومیت اور اسلام" نامی رسالہ پر نظر پڑی۔ ذکر اس کا پہلے سے سن چکا تھا، چلتے ہوئے وہ رسالہ اٹھا لایا۔ اور گھر آکر اسے پڑھا اور مکرر سہ کرر پڑھا اور جہاں تک سمجھا گیا سمجھا مگر ابتدائی ۳۵ - ۳۶ صفحے خاطر خواہ سمجھ میں نہ آئے۔ اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ جن حالات اور مباحث کے سلسلہ میں رسالہ لکھا گیا میں اُن سے بے خبر تھا اور ہوں۔ باقی رسالہ میں اپنی بساط کے موافق سمجھا اور خیال ہے کہ سمجھتا ہوں۔

اس رسالہ میں جہاں بہت سی عقلی دلیلیں متحدہ قومیت قائم کرنے اور اُس کے وجوب یا جواز کی پیش کی گئی ہیں وہاں نقلی دلائل میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ایک نامۂ مبارک بھی ہے۔ جس کو اگر میں رسالہ کی مذہبی بحث کا محور رکھوں تو شاید بیجا نہ ہو۔ نامۂ مبارک کے بعض

فقرے استنادیں دیکھ کر جی چاہا کہ نامۂ مبارک بتمام وکمال دیکھوں سیرت ابن ہشام اور کتاب الاموال ابوعبید قاسم بن سلام کی میری دسترس میں تھیں اُن کو نکلوایا اور نامۂ مبارک کو پڑھا۔ اس کے پڑھنے سے جو خیال دل میں آیا وہ یہ تھا کہ رسول اللہ نے کوئی متحدہ قوم ایسی نہیں بنائی جیسی آپ کی طرف اس رسالہ میں منسوب کی گئی ہے اور بفرض بنائی بھی گئی اور یہ نامۂ مبارک اس کے قیام واثبات کے لیے حجت ہے یا ہوسکتا ہے تو رسالہ کے بعض فقروں کو نقل کرنا اور اکثر کو نظرانداز کرنا کم ازکم علمی دیانتداری کے خلاف ہے، جو نہ ہونا چاہیے تھا۔ اسی لیے میں یہاں اس نامۂ مبارک کو مع اُس کے ترجمہ کے اوران باتوں کے جو مطالعہ کتب سے مجھے معلوم ہوئیں اہل علم وفہم کے سامنے پیش کرتا ہوں مدعا احقاق حق ہے اور بس۔

نامۂ مبارک میں سیرت ابن ہشام سے نقل کرونگا کہ اس میں چند فقرے کتاب الاموال کی نسبت زیادہ ہیں، اس کے بعد جو کچھ میرا فہم ہے اور مجھے معلوم ہوا ہے وہ بیان کرونگا اور جہاں تک ہوسکیگا سیاست اور سیاسی تطبیق سے احتراز کرونگا کہ عام مصلحت اسی میں ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم	بسم اللہ الرحمن الرحیم
هذا كتاب من محمد النبي (صلى الله عليه وسلم) بين المومنين والمسلمين من قريش ويثرب ومن تبعهم فلحق بهم وجاهد معهم.	یہ تحریر ہے محمد نبی اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی قریش اور یثرب کے مؤمنوں مسلموں اور اُن لوگوں کے باب میں جو ان کے پیرو ہیں، ہوکر اُن میں شامل رہیں اور ان کے ساتھ ہو کر جہاد کریں۔
(۱) انهم امة واحدة من دون الناس، المهاجرون من قريش على ربعتهم يتعاقلون بينهم و	بایں مضمون کہ (۱) یہ تینوں، اور سب کو چھوڑ کر ایک اُمت (ایک فریق ایک جماعت) ہیں۔ • قریش کے مہاجر اپنے حال (دستور) پر اپنے

هم يفدون عانيهم بالمعروف والقسط بين المومنين.

لوگوں کی خونبہائیں لے لینگے اور وہی بھلائی و امداد باہمی اور انصاف بین المومنین کی پابندی کے ساتھ فدیہ دے کر اپنے قیدی کو قید سے چھڑائینگے۔

وبنو عوف على ربعتهم يتعاقلون معاقلهم الاولى وكل طائفة تفدي عانيها بالمعروف والقسط بين المومنين.

اور بنو عوف اپنے دستور قدیم کے موافق اپنی سابقہ واجب شدہ خونبہاؤں کا لین دین خود کرینگے، اور انکا ہر گروہ باہمی امداد اور انصاف بین المومنین کا پابند رہ کر اپنے قیدی کا فدیہ خود سر انجام دیگا اور مومنین کی جماعت یا ان میں سے کسی فرد واحد پر ناروا نا منصفانہ بار نہیں ڈالیگا۔

وبنو ساعدة على ربعتهم يتعاقلون معاقلهم الاولى وكل طائفة منهم تفدي عانيها بالمعروف والقسط بين المومنين.

اور بنو ساعدہ

وبنو الحرث على ربعتهم يتعاقلون معاقلهم الاولى وكل طائفة تفدي عانيها بالمعروف والقسط بين المومنين.

اور بنو الحرث

وبنو جشم على ربعتهم يتعاقلون معاقلهم الاولى وكل طائفة منهم تفدي عانيها بالمعروف والقسط بين المومنين.

اور بنو جشم

وبنو النجار على ربعتهم يتعاقلون معاقلهم

اور بنو النجار

الاولیٰ وکل طائفۃ منھم تفدی عانیھا	
بالمعروف والقسط بین المومنین ۔	
وبنو عمرو بن عوف علی ربعتھم یتعاقلون	اور بنو عمرو بن عوف
معاقلھم الاولیٰ وکل طائفۃ تفدی عانیھا	
بالمعروف والقسط بین المؤمنین ۔	
وبنو النبیت علی ربعتھم یتعاقلون معاقلھم	اور بنو النبیت
الاولیٰ وکل طائفۃ تفدی عانیھا بالمعروف	
والقسط بین المومنین ۔	
وبنو الاوس علی ربعتھم یتعاقلون	اور بنو الاوس اپنے اپنے قدیم دستور کے موافق اپنی اپنی
معاقلھم الاولیٰ وکل طائفۃ	سابقہ واجب شدہ خونبہاؤں کالین دین خود کریں گے
منھم تفدی عانیھا بالمعروف	اور انہی کی جماعتیں اپنے اپنے قیدی کو باہمی امداد و اعانت اور
والقسط بین المومنین ۔	بھلائی کے ساتھ، اور انصاف بین المومنین کے طریق
	پر فدیہ دے کر قید سے چھڑائینگی ۔
(۲) وان المؤمنین لا یترکون مفرحا	(۲) (اسی طرح) مومنین بھی اپنے درمیان کسی کو خونبہا
بینھم ان یعطوہ بالمعروف فی	اور فدیہ کے بوجھ سے دبا ہوا چھوڑ کر الگ نہیں ہونگے
فداء او عقل	بلکہ خونبہا اور فدیے ادا کرنے کے لیے کھلے دل سے مدد کرینگے ۔
ولا یحالف مومن مولی مومن	اور نہ کوئی مومن کسی مومن کے آزاد غلام کو اس کے
دونہ	بغیر (اس کے علم و حاضری کے بغیر) اپنا حلیف بنائیگا ۔
وان المومنین المتقین علی من	اور سارے مومن متقی خلاف رہینگے اس شخص کے جو

يبغي منهم، او ابتغى دسيعة ظلم او اثم او عدوان او فساد بين المومنين وان ايديهم عليه جميعا، ولو كان ولد احدهم ولا يقتل مومن مومنا في كافر ولا ينصر كافرا على مومن	ان میں سے ہو اور اُن کے خلاف علانیہ باغی ہو جائے یا ظلم، بدی، تعدی یا فساد کا جال ان میں پھیلانا چاہے اور بالیقین وہ سب کے سب ایسے شخص کے درپے رہینگے اگرچہ وہ اُن میں سے کسی کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو، اور کوئی مومن مومن کو کافر کے بدلے میں قتل نہیں کریگا اور نہ مومن کے خلاف کسی کافر کی حمایت کی جائیگی۔
(۴) وان ذمة الله واحدة يجير عليهم ادناهم۔	(۴) اور اللہ کی پناہ ایک ہے (جب دے دی گئی دے دی گئی) ایک ادنیٰ مومن بھی سب مسلمانوں کے ہاتھ سے پناہ دے سکتا ہے۔
(۵) وان المومنين بعضهم موالي بعض دون الناس،	(۵) اور سارے مومن ایک دوسرے کے بھائی اور مددگار ہیں، اوروں کے مقابلہ میں۔
(۶) وانه من تبعنا من يهود فان له النصر والاسوة غير مظلومين ولا متناصرين عليهم	(۶) جو یہودی ہمارا ساتھ دیں وہ امداد و مروت کے حقدار ہونگے اس طرح کہ نہ اُن پر ظلم ہوگا اور نہ اُنکے خلاف مومن باہم ایک دوسرے کی مدد کرینگے۔
(۷) وان سلم المومنين واحدة لا يسالم مومن دون مومن في قتال في سبيل الله الا على سواء وعدل بينهم۔	(۷) اور صلح سارے مومنوں کی ایک ہے کوئی مومن راہ خدا کی لڑائی میں ایک مومن کو چھوڑ کر (نظر انداز کرکے) کسی سے صلح نہیں کریگا مگر یہ کہ اس صلح میں سب ہمسر و برابر ٹھہریں۔

(٨) وان کل غازیۃ غزت معنا تعقب بعضہا بعضاً۔

(٨) اور غازیوں کی ہر جماعت جو ہمارے ساتھ جہاد کو نکلے وہ یکے بعد دیگرے میدان جنگ میں جائیگی (کسی ایک جماعت ہی کو مرنے کھپنے کے لیے نہیں چھوڑ دیا جائیگا)۔

NATIONAL UNIV
کتب خانہ جامعہ ملیہ
دہلی
L.H.I.

(٩) وان المومنین یبیئ بعضہم علی بعض بما نال دماؤہم فی سبیل اللہ۔

(٩) اور سارے مومن اس کلفت کی وجہ سے جو ان کے خون نے راہ خدا میں اٹھائی ہیں ایک دوسرے سے برابر ہیں۔

(١٠) وان المومنین المتقین علی احسن ھدی واقومہ

(١٠) اور متقی مومن ہی بہترین اور سیدھی سے سیدھی راہ پر ہیں (اوروں کو بھی انہی کا راستہ اختیار کرنا چاہیے)

(١١) وانہ لا یجیر مشرک مالاً لقریش ولا نفساً ولا یحول دونہ علی مومن[1]

(١١) یثرب کا کوئی مشرک کسی قریشی مشرک کے مال اور اس کی جان کو پناہ نہ دیگا۔ اور نہ اُس کو بچانے کے لیے مومن کے آڑے آئیگا

(١٢) وانہ من اعتبط مومناً قتلاً عن بیّنۃ فانہ قود بہ الا ان یرضی ولی المقتول وان المومنین علیہ کافۃ ولا یحل لہم الا قیام علیہ۔

(١٢) اگر کوئی کسی مومن کو بے گناہ قتل کرے اور قتل کرنا شہادت سے ثابت ہو تو قاتل قصاص میں مارا جائیگا سوائے اُس صورت کے کہ مقتول کا ولی راضی ہو جائے (معاف کردے یا فدیہ لے لے) ورنہ سارے مومنین کو قاتل کے خلاف اٹھ کھڑا

[1] اس فقرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مشرکین مدینہ بھی اس عہدنامہ مبارک کے احکام کے ماتحت تھے تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ مدینہ میں رسول اللہ کے مدینہ پہنچنے کے عرصہ بعد تک مشرکین سے موادعت جائز تھی بلکہ صلح حدیبیہ کے بعد تک جائز رہی۔ اس بحث کو ہم نے یہاں ارادۃً چھوڑ دیا ہے۔

(۱۳) وانہ لا یحل لمومن اقر بما فی هذه الصحیفة وآمن باللہ والیوم الآخر ان ینصر محدثا ولا یؤویه وانه من نصره وآواه فان علیه لعنة اللہ وغضبه یوم القیامة ولا یؤخذ منه صرف ولا عدل۔

(۱۳) اور جس مومن نے اقرار کر لیا ان باتوں کا جو اس صحیفہ میں ہیں اور یوم آخرت پر ایمان لایا۔ اس کے لیے حلال نہیں ہے کہ کسی مجرم کی حمایت کرے اور اُسے پناہ دے، جو حمایت کرے اور پناہ دے قیامت کے دن اس پر اللہ کی لعنت ہوگی اور غضب آئیگا نہ اس کی توبہ قبول ہوگی اور نہ فدیہ۔

(۱۴) وانکم مهما اختلفتم فیه من شیٔ فان مردہ الی اللہ عز وجل والی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

(۱۴) اور جب اے ایمان والو تم میں کسی بات پر اختلاف ہو جائے تو اس بات کو اللہ عزوجل اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرو۔

(۱۵) وان الیهود ینفقون مع المومنین ماداموا محاربین

(۱۵) اور یہود جب تک ایمان والوں کے ساتھ ہو کر لڑتے رہیں وہ ایمان والوں کے ساتھ خود بھی لڑائی کا خرچ اٹھائینگے۔

(۱۶) وان یهود بنی عوف امة مع المؤمنین للیهود دینهم وللمسلمین دینهم موالیهم وانفسهم الا من ظلم واثم فانه لا یوتغ الا نفسه واهل بیته۔

(۱۶) اور بنی عوف میں جو یہودی ہیں وہ ایک جماعت ہے مومنین کے ساتھ کی یہود کے لیے اُن کا دین ہے اور مسلمانوں کے لیے اُن کا۔ اُنکے موالی بھی ویسے ہی جیسے وہ خود (اس دین کے بارہ میں کوئی روک ٹوک نہیں)، مگر کوئی ظلم اور بدی کر بیٹھے تو وہ کسی اور کا کچھ نہیں بگاڑیگا بلکہ اپنے آپ اور اپنے گھر والوں کو خود ہلاک کریگا۔

(۱۷) وان لیھود بنی النجار مثل ما لیھود بنی عوف (۱۷) اور بنی نجار

وان لیھود بنی الحرث مثل ما لیھود بنی عوف — بنی الحرث

وان لیھود بنی ساعدۃ مثل ما لیھود بنی عوف — بنی ساعدہ

وان لیھود بنی جشم مثل ما لیھود بنی عوف — بنی جشم

وان لیھود بنی الاوس مثل ما لیھود بنی عوف — بنی الاوس

وان لیھود بنی ثعلبۃ مثل ما لیھود بنی عوف الا من ظلم واثم فانہ لا یوتغ الا نفسہ و اھل بیتہ.

اور بنی ثعلبہ میں جو یہودی ہیں اُن سب کے حقوق ایسے ہی ہیں جیسے ان یہودیوں کے جو بنی عوف میں ہیں سوائے اُن کے جو ظلم اور بدی کے مرتکب ہوں۔ وہ ایسی باتوں سے اپنے اور اپنے گھر والوں ہی کو ہلاک کرتے ہیں (اور کسی کا کیا بگاڑتے ہیں)

(۱۸) وان جفنۃ بطن من ثعلبۃ کانفسھم وان لبنی الشطیبۃ مثل ما لیھود بنی عوف

(۱۸) اور جفنہ ثعلبہ ہی کی ایک شاخ ہے اور بنی شطیبہ[۱] کے وہی حقوق ہیں جو بنی عوف کے یہود کے۔

(۱۹) وان البر دون الاثم

(۱۹) اور بھلائی اور بُرائی صاف الگ ہیں۔

(۲۰) وان موالی ثعلبۃ کانفسھم

(۲۰) اور ثعلبہ کے موالی بھی ایسے ہی سمجھے جائینگے جیسے خود بنی ثعلبہ

(۲۱) وان بطانۃ یھود کانفسھم

(۲۱) اور یہودیوں کے غلام، نوکر چاکر، حوالی موالی سب انہی کے حکم میں ہونگے۔

(۲۲) وانہ لا یخرج منھم احد الا باذن

(۲۲) جن لوگوں کا اوپر ذکر ہوا اُن میں سے کوئی بغیر

[۱] ضبط اس اسم کا معلوم نہ ہو سکا۔ ابن ہشام میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کہیں کچھ لکھا ہے کہیں کچھ۔ کتاب الاموال میں یہ فقرہ

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)	باہر نہیں جائیگا مگر باجازت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
(۲۳) وانہ لا ینحجز علی ثار جرح	(۲۳) اور نہ کوئی زخم کے قصاص سے مانع آئیگا۔
(۲۴) وانہ من فتک بنفسہ فتک و اھل بیتہ۔ الا من ظلم وان اللہ علیٰ ابرّ ھٰذا۔	(۲۴) اور اگر کوئی کسی کو موقعہ پاکر جان سے مار دھرے تو وہ درحقیقت اپنے آپ کو اور اپنے کنبہ والوں کو مارتا ہے، مگر یہ کہ جو مارا گیا ہو پہلے اس نے ظلم کیا ہو اور خدا خود شاہد ہے کہ کون ان باتوں کو اچھی طرح پورا کرنے
(۲۵) وان علی الیھود نفقتھم وعلی المسلمین نفقتھم۔	(۲۵) اور بالیقین یہودی اپنے مصارف کے ذمہ دار ہونگے اور مسلم اپنے خرچ کے۔
(۲۶) وان بینھم النصر علی من حارب اھل ھذہ الصحیفۃ۔	(۲۶) اور جو اس صحیفہ کے ماننے والوں سے لڑنے لگے تو یہ ایک دوسرے کی مدد کرینگے۔
(۲۷) وان بینھم النصح والنصیحۃ و البرّ دون الاثم	(۲۷) اور یہ لوگ باہم ایک دوسرے کے خیراندیش وخیرخواہ رہینگے اور بھلائی برائی صاف الگ ہیں
(۲۸) وانہ لم یأثم امرؤ بحلیفہ وان النصر للمظلوم۔	(۲۸) اور یہ کہ کوئی آدمی اپنے حلیف کی خطا پر خطاوار نہیں بنایا جائیگا۔ اور مستحق حمایت مظلوم ہے۔
(۲۹) وان الیھود ینفقون مع المومنین ماداموا محاربین	(۲۹) اور یہود مومنین کے ساتھ ساتھ خود بھی خرچ کرینگے جب تک کہ جنگ میں رہینگے۔
(۳۰) وان یثرب حرام جوفھا لاھل ھذہ الصحیفۃ۔	(۳۰) اور یثرب کا اندرون اس صحیفہ والوں کے لیے حرم ہے (پناہ ہے)
(۳۱) وان الجار کالنفس غیر مضار ،	(۳۱) اور پڑوسی کے حقوق ایسی ہی ہیں جیسے خود اپنے جب

ولا اثم.

تک کہ وہ خود ضرر نہ پہنچائے اور بدی کرنے پر نہ اُتر آئے یا یہ کہ ہر شخص اپنے پڑوسی کو اپنے ہی جیسا سمجھے نہ اُسے نقصان پہنچائے نہ کوئی بُرائی کرے۔

(۳۲) وانہ لا تجار حرمۃ الا باذن اھلھا۔

(۳۲) کسی کی بیوی کو پناہ نہ دیجائے مگر اس کے مرد کی اجازت سے۔

(۳۳) وانہ ما کان بین اھل ھذہ الصحیفۃ من حدث او اشتجار یخاف فسادہ فان مردہ الی اللہ عزوجل والی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(۳۳) اس صحیفہ کے ماننے والوں میں اگر کوئی جھگڑا ٹنٹا ہو جائے جس سے فساد پھیلنے کا اندیشہ ہو تو اُس میں اللہ اور محمد رسول اللہ کی طرف رجوع کیا جائے گا۔

(۳۴) وان اللہ علی اتقی ما فی ھذہ الصحیفۃ وابرہ۔

(۳۴) اور اللہ شاہد ہے اس کا جو اس صحیفہ کی باتوں کو اچھی طرح پورا کرتا ہے۔

(۳۵) وانہ لا تجار قریش ولا من نصرھا وان بینھم النصر علی من دھم یثرب واذا دعوا الی صلح یصالحونہ ویلبسونہ فانھم یصالحونہ وانھم اذا دعوا الی مثل ذلک فانہ لھم علی المومنین الا من حارب فی الدین.

(۳۵) اور قریش اور اس کے مددگار کو پناہ نہیں دی جائیگی اور یہ لوگ ایک دوسرے کی مدد کرینگے اس کے خلاف جو یثرب پر چڑھ کر آئے اور جب یہ لوگ (غیر مسلم) صلح کی طرف بلائے جائیں تو یہ صلح کریں اور اُس کے پابند رہیں، اس لیے کہ مسلم صلح کر رہے ہیں اور جب وہ خود اسی قسم کی دعوت دیں تو اس کا ماننا ایمان والوں پر واجب ہوگا، البتہ وہ لوگ جو دین کے باب میں لڑیں اس کلیہ سے خارج ہونگے۔

(۳۶) علیٰ کل اناس حصتھم من جانبھم الذی قبلھم

(۳۶) سارے آدمیوں پران کا اپنا حصّہ ہوگا کام کا، اسی طرف جدھر کہ وہ ہیں (یعنی لڑائی کے وقت جو لوگ جدھر مقرر کردیئے گئے ہیں اس طرف کے کام کا سر انجام ان کا کام ہے)

(۳۷) وان یھود الاوس موالیھم وانفسھم علیٰ مثل ما لاھل ھذہ الصحیفۃ مع البر المحسن من اھل ھذہ الصحیفۃ

(۳۷) اور قبیلہ اوس کے یہود کے متعلق یہ کہ اُن کے موالی اور خود اُنکے لیے اس صحیفہ والوں کے سے حقوق ہیں مع اچھے سلوک کے اس صحیفہ والوں کی طرف سے (یعنی اس صحیفے کے ماننے والے اُنکے ساتھ وہی اچھا سلوک کرینگے جو خود اُنکے لیے مقرر ہو چکا ہے)

(۳۷) وان البر دون الاثم لا یکسب کاسب الا علیٰ نفسہ

(۳۷) اور بھلائی بُرائی صاف الگ الگ ہیں اور کمانے والا جو کچھ کماتا ہے اپنے نفس کے لیے کماتا ہے (اچھا ہو یا بُرا)

(۳۸) وان اللہ علیٰ اصدق ما فی ھذہ الصحیفۃ وابرہ

(۳۸) اور اللہ راضی ہے اس سے کہ جو کچھ اس صحیفہ میں ہے وہ اسے زیادہ سے زیادہ پورا اور سچا کر دکھائے۔

(۳۹) وانہ لا یحول ھذا الکتاب دون ظالم واثم

(۳۹) یہ تحریر کسی ظالم و گنہگار کے لیے بچاؤ کا پٹہ نہیں ہے۔

(۴۰) وانہ من خرج امن ومن قعد امن بالمدینۃ الا من ظلم او اثم

(۴۰) اور جو نکل جائے اور مدینہ میں بیٹھ رہے وہ امان میں ہے سوائے اس کے جس نے ظلم کیا اور بُرائی کی۔

(۴۱) وان اللہ جار لمن بر واتقیٰ

(۴۱) اور جو نیک اور متقی ہیں وہ اللہ اور اللہ کے

وَمُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰہِ (صلی اللہ علیہ وسلم)   رسول محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے جوار (پناہ) میں ہیں۔

یہ ہے وہ نامہ جس سے "متحدہ قومیت اور اسلام" میں متحدہ قومیت کے اثبات وقیام پر مذہبی حیثیت سے استدلال کیا گیا ہے۔ یہ استدلال کہاں تک قابل تسلیم ہے۔ اس باب میں دو باتیں تحقیق طلب ہیں، اول یہ کہ اصول روایت کی رو سے یہ نامہ قابل احتجاج ہے یا نہیں دوسرے یہ کہ نامہ زیر بحث کے بعض حصص سے استشہاد کر کے بعض بلکہ اکثر کو نظر انداز کر دینا کہاں تک درست ہے۔

یہ روایت "متحدہ قومیت اور اسلام" میں سیرت ابن ہشام اور ابو عبید کی کتاب "کتاب الاموال" سے لی گئی ہے لیکن ابن ہشام نے اپنی کتاب میں سرے سے روایت کی اسناد گویا لکھی ہی نہیں۔ قال ابن اسحٰق پر اکتفا کیا ہے۔ ممکن ہے ابن اسحٰق نے روایت کی اسناد لکھی ہو لیکن یہاں بہرحال وہ مجہول ہے، اور کتب سیر کی روایات کا مرتبہ معلوم جب تک ان کی تصدیق کسی صحیح طریق سے نہ ہو جائے وہ عموماً ناقابل تسلیم ہیں۔ ابو عبید نے البتہ اپنے شیوخ تا بہ ابن شہاب الزہری گنوائے ہیں لیکن سلسلہ رواۃ کا اس میں بھی ناتمام ہے۔ ابن الشہاب نے بلغنی کہہ کر روایت شروع کر دی ہے۔ یہ نہیں بتایا کہ کس سے پہنچی۔ زہری کا مرتبہ حدیث میں مسلّم لیکن اس کو کیا کیجیے کہ روایت کی اسناد منقطع ہے۔ اس لیے اصول روایت کی رو سے نہ ابن ہشام کی روایت مقبول ہو سکتی ہے نہ ابن عبید کی۔ اس پر مزید یہ ہے کہ یہ روایت خواہ اسناد ومتن کے لحاظ سے صحیح ہی کیوں نہ ہو عمل رسول اللہ اور کتاب اللہ دونوں سے منسوخ ہو چکی۔ اور لا کلام منسوخ ہو چکی ہے خود ابو عـ

لہ ابن ہشام اور ابو عبید کی روایات کا متن باہم بہت کچھ مختلف ہے یہ اختلاف نہ صرف لفظی ہے بلکہ کم وبیش کے جو فقرے ابو عبید کے ہاں نہیں اور ابن ہشام کے ہاں آئے ہیں، ہم نے اُن کے اوپر خط کھینچ دیے ہیں، ابن ہشام کے ہاں بعض فقرے مکرر بھی ہیں اور بظاہر بے ضرورت مکرر ہیں۔ ترتیب بھی کہیں کہیں مختلف ہے بلکہ نامہ نامی کا آخری حصہ میرے نزدیک مضطرب بھی ہے۔ ان باتوں کی تفصیلی بحث کو ہم نے غیر ضروری اور مضمون سے غیر متعلق سمجھ کر عمداً چھوڑ دیا۔

لکھتا ہے :-

وانما کان ھذا الکتاب۔ فیما نُری۔	یعنی یہ تحریر (ہمیں ایسا خیال ہوتا ہے کہ) رسول
حدثان مقدم رسول اللہ (صلی	اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں تشریف لانے
اللہ علیہ وسلم) قبل ان یظھر	کے زمانہ میں لکھوائی ہوگی، اس سے پہلے کہ
الاسلام ویقوی وقبل ان یومر	اسلام طاقت وشوکت حاصل کرے اور اہل
باخذ الجزیۃ من اھل الکتاب	کتاب سے جزیہ لیے جانے کا حکم آئے اور وہ
وکانوا ثلاث فرق: بنو القینقاع	یعنی اہل کتاب تین فرقے تھے: بنو قینقاع،
والنضیر وقریظۃ فاوّل فرقۃ غدرت	بنو نضیر اور قریظہ۔ ان میں سے جس فرقہ نے
ونقضت المواداعۃ بنو القینقاع و	سب سے پہلے غداری کی اور صلح فیما بین کو توڑا
کانوا حلفاء عبد اللہ بن اُبیّ	وہ بنو قینقاع تھے، جو عبد اللہ ابن ابی بن سلول
فاجلاھم رسول اللہ (صلی اللہ	کے حلیف تھے۔ رسول اللہ نے پہلے انہی کو مدینہ
علیہ وسلم) عن المدینۃ ثم بنی	سے جلاوطن کیا، اس کے بعد بنو نضیر اور
النضیر ثم القریظہ۔ فکان من	قریظہ کے قتل وشامت کی باری آئی،
اجلاءہ اولئک وقتلہ ھؤلاء	ان کے جلاوطن اور ان کے قتل کا حال ہم نے
ماقد ذکرناہ فی کتابنا ھذا۔	اپنی اسی کتاب میں کسی جگہ لکھا ہے۔

اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ابو عبید کے نزدیک یہ نامہ رسول اللہ کے مدینہ تشریف لانے کے قریب ترین زمانہ میں لکھا گیا، ابن ہشام نے اس تحریر کا واقعہ "عقد مواخاۃ" سے بھی پہلے لکھا ہے اس سے بھی یہی مفہوم ہوتا ہے لیکن یہ صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ شاید اسی لیے ابو عبید نے نُری لکھا ہو۔ وجہ صحیح معلوم نہ ہونے کی یہ ہے کہ خود اس نامہ میں مسلم ویہود کو زمانۂ جنگ میں اپنا اپنا خرچ اُٹھانے کی ہدایت موجود ہے

اور غزوت اور غازیہ کا لفظ بھی نامہ میں آیا ہوا ہے۔ اب معاملہ دو حال سے خالی نہیں یا تو یہ نامہ غزوات کی تیاری کے زمانہ میں لکھوایا گیا، یا اُس زمانہ میں جبکہ غزوات شروع ہو گئے تھے، اور یہ معلوم ہے کہ غزوات رسول اللہ کے مدینہ پہنچنے سے کوئی برس دن کے بعد شروع ہوئے۔ اگر ہم اس نامہ کو زیادہ سے زیادہ دیر سے لکھا ہوا بھی مانیں تب بھی یہ ماننا ہی پڑیگا۔ کہ وہ آیہ قتال کے نزول سے قبل لکھوایا گیا۔ اور جونہی آیۂ قتال نازل ہوئی یہ نامہ منسوخ اور ہمیشہ کے لیے منسوخ ہو گیا[1]۔ اس لیے اب اس کی سند پر مختلف مذہب والوں سے امت واحدہ کے قیام اور اثبات پر استدلال کرنا کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا۔

عام مسلّم اصول کی بنا پر امۃ واحدہ کے قیام و اثبات کی بحث یہیں ختم ہو جاتی ہے اور ہو جانی چاہیے۔ لیکن اگر کوئی کہنے لگے کہ ہم تسلیم نہیں کرتے کہ آیۂ قتال قیام امۃ واحدہ کی ناسخ ہوئی۔ وہ زیادہ سے زیادہ اس صلح کی ناسخ تھی جو مسلم و یہود کے مابین قائم تھی اور بس۔ یا ہم تنزلاً تسلیم کیے لیتے ہیں کہ آیۂ قتال اس وقت امت واحدہ کے قیام کی ناسخ ہو گئی تھی، کہ اُس وقت کے حالات اس کے متقاضی تھے لیکن یہ کہاں سے لازم آیا کہ یہ نسخ دائمی تھا۔ اور یہ کہ اس وقت اگر وہی حالات پیدا ہو جائیں جن میں رسول اللہ نے امۃ واحدہ ترتیب دی تھی تو اب اس سنت پر عمل ہی نہ کیا جائے۔ یہ قول عام اصول مسلمہ کے سامنے جیسا کچھ ہے ظاہر ہے مگر میں کہتا ہوں اچھا یونہی سہی۔

---

[1] حقیقت یہ ہے کہ آیۂ قتال کے نازل ہونے سے پہلے ہی بنو قینقاع، بنو نضیر، اور قریظہ کا رسول اللہ استیصال فرما چکے تھے، جو کچھ اُن میں سے بچ رہے تھے وہ مستامن و مستاجر تھے۔ آیہ قتال کے نزول کے بعد وہ ذمیوں کے حکم میں آگئے۔ اگر یہ قبائل اُمۃ واحدہ میں شامل تھے، جیسا کہ ابن ہشام اور ابو عبید کے بیان سے مستفاد ہوتا ہے (حالانکہ یہ بالکل غلط ہے جیسا کہ ہم آگے چل کر بیان کرینگے) تو رسول اللہ نے قیام اُمۃ واحدہ کو خود اپنے عمل سے منسوخ فرما دیا۔ اور قرآن نے اس نسخ کو دائمی ٹھہرایا۔ اور اگر یہ تینوں قبائل اس نامۂ نبوی کے مطابق بنی ہوئی اُمۃ واحدہ میں شامل نہ تھے (جو امر واقعی ہے اور میں سمجھتا ہوں) تو یہ آیۂ قتال کے نازل ہونے تک وہ یہود جن کا نامہ نامی میں ذکر آیا ہے عموماً ایمان لا چکے یا قتل ہو چکے تھے۔ اگر بفرض کچھ باقی تھے تو آیۂ قتال کے نزول پر وہ خود بخود امۃ واحدہ کے بندھن سے ٹوٹ کر گر پڑے۔ اور اب وہ اُمۃ واحدہ رہی نہ وہ سُنت۔

جو چاہیں سارا حصہ اسی نامہ پر رکھیں اور پھر دیکھیں کہ نامۂ مبارک کی ہدایت و تعلیم کیا ہے۔ رسول اللہ کس طرح امت واحدہ ترتیب دیتے ہیں، اور متحدہ قومیت کے داعی و حامی "متحدہ قومیت اور اسلام" میں کیا فرماتے ہیں

جب ہم اس نامۂ نبوی کو دیکھتے ہیں وہ صاف دو حصوں میں منقسم معلوم ہوتا ہے پہلے حصہ میں جو چودہ دفعات تک چلا گیا ہے رسول اللہ کی بیشتر تعلیمات اور ہدایتیں ایسی ہیں جن کا تعلق علاً مسلمانوں سے ہے۔ اس حصہ میں یوں تو ساری ہی باتیں اہم ہیں لیکن میرے خیال میں حال کے حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے تیسری، چوتھی اور ساتویں دفعہ بہت ہی اہم ہیں۔ تیسری دفعہ جو اُمت واحدہ کے استحکام کے لیے ہے مطلب اس کا یہ ہے (اصل دفعہ یا اس کے ترجمہ کو ایک دفعہ پھر پڑھ لیجیے) کہ مسلمانو تمہارے اتحاد میں فساد ڈالنے والا خواہ وہ تم سے کسی کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو تم سب کا دشمن ہے۔ تم سب مجموعی حیثیت سے اس کے خلاف اُٹھ کھڑے ہو، اسے اپنا سب کا دشمن جانو، مومن کے مقابلہ میں غیر مومن کی کسی حال میں مدد نہ کرو۔ چوتھی دفعہ یہ ہے کہ تم سب برابر ہو اللہ کا ذمہ ایک ہے جس نے دے دیا دے دیا۔ تم میں سے ایک ادنیٰ سے ادنیٰ آدمی بھی سارے مسلمانوں کی طرف سے جسے چاہے (بشرطیکہ اُمۃ واحدہ کے فائدہ کے لیے ہو) پناہ اور ذمہ دے سکتا ہے جو سب کو ماننا چاہیے۔ ساتویں دفعہ کا ماحصل یہ کہ مسلمانوں کی صلح ایک اور صرف ایک ہے یہی اللہ کی صلح ہے۔ خبردار یہ نہ ہو تمہارا ایک آدمی یا ایک گروہ ایک طرف صلح کرے، اور دوسرا یا دوسرا گروہ لڑائی۔ جب صلح کرو، سب مل کر ایک صلح کرو، کوئی صلح کرے تو اس طرح کہ صلح میں سارے مسلمانوں کا مفاد برابر رہے۔

نامہ کا دوسرا حصہ زیادہ تر غیروں سے متعلق ہے، اس کو پڑھنے سے صاف یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بالا دست دفاعی اغراض کے لیے غیر مذہب والوں کو اپنی جماعت میں شریک کر رہا ہے، لیکن

نہایت خودداری کی شان کے ساتھ، انہیں شریک کرتا اور شریک کرنا چاہتا ہے لیکن صرف اتنا کہتا ہے ومن تبعنا من الیہود جو یہود ہمارے ساتھ ہونا چاہیں۔ پھر اس شرکت و وفاق کی شرطیں خود پیش کرتا ہے۔ ان شرطوں میں انسانیت، انصاف، مروت سب کچھ برتتا ہے لیکن اپنی اور اپنی جماعت کی فوقیت کو بہرحال نمایاں رکھتا اور صاف صاف کہدیتا ہے کہ جو لوگ ہمارے ساتھ ہونا چاہیں وہ ہماری اجازت کے بغیر مدینہ سے باہر نہ جاسکینگے ہاں وہ باجازت باہر جائیں، یا مدینہ کے اندر اندر رہیں تو وہ ہماری طرف سے مامون رہینگے۔ اور یہ وفاق چونکہ دفاعی وفاق ہے کہ اس میں ان کا بھی فائدہ ہے۔ جنگ کے زمانہ میں اُن کو اپنا خرچ آپ اُٹھانا ہوگا، جیسے مسلمان اپنا خرچ آپ اُٹھائینگے۔ اور اگر احیاناً اس اُمۃ واحدہ میں کوئی جھگڑا ایسا اُٹھ کھڑا ہو جس سے عام فساد پھیلنے کا اندیشہ ہو تو اس کا فیصلہ ہم خود کرینگے۔ (دفعات ۲۲۔ ۲۳۔ ۴۰)

یہ اور اسی قسم کی ہدایتیں اور شروط مصلحت کے قالب میں ڈھلی ہوئی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) غیر مذہب والوں کے سامنے جبکہ ان کو اپنے ساتھ ملانا بھی چاہتے ہیں ایسے وقت میں پیش کرتے ہیں کہ مدینہ میں کوئی اعلیٰ قوت آپ کے ساتھ نہیں ہے۔ ساز و سامان کی الگ کمی ہے اور سامنا قریش جیسے دشمن سے ہے جو شوکت و قوت بھی رکھتا ہے اور ساز و سامان بھی۔

رسول اللہ نے اُمت واحدہ مرتب کی تو ایسی ایسی اہم قیود اور شروط کے ساتھ لیکن متحدہ قومیت و اسلام کے انشی صفحات میں ان میں سے جگہ ملی تو صرف ذیل کی شروط کو۔

(۱) لڑائی میں یہود اپنا خرچ کریں اور مسلمان اپنا (۲) بنی عوف کے یہود مسلمانوں کے ساتھ ایک اُمت ہیں (۳) یہود کے لیے اُن کا دین اور مسلمانوں کے لیے اُن کا (۴) مسلمان باہم ایک دوسرے کے معاون و مددگار ہونگے (۵) جو یہودی ہمارا اتباع کریگا ہماری طرف سے اس کے لیے بھلائی ہوگی ظلم ہرگز نہ ہونے پائیگا [1]

[1] متحدہ قومیت صفحہ ۵۰ پر ملاحظہ ہو۔

نامہ نامی کی باقی دفعات کیوں نظر انداز کی گئیں اس کو نظر انداز کرنے والے جانیں یا خدا ہم بہر حال اس کو پسند نہیں کرتے کہ اپنے مطلب کی دفعات لے لی جائیں اور باقی خصوصاً ایسی دفعات کو جو اپنے مدعا کے خلاف جاتی ہوں قطعاً نظر انداز کر دیا جائے۔

اب آیئے اُمۃ واحدہ کی طرف کہ اسی ایک دولفظی مرکب نے تفریق وتقسیم کا ایک ہنگامہ بپا کر رکھا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ واحدۃ اور متحدۃ میں فرق ہے۔ پہلا لفظ فردانیت کو چاہتا ہے اور دوسرا ترکیب کو لیکن یہ بھی صحیح ہے کہ یہاں واحدۃ سے متحدۃ ہی مراد ہے اور معنی اس کے متفقہ ہیں رہا لفظ امت وہ بھی قوم کے معنی میں آیا اور آتا ہے لیکن خود لفظ قوم دو معنی پر دلالت کرتا ہے۔ اوّل مطلق جماعت، دوسرے جماعت بصفات مخصوصہ۔ مثلاً اتحاد نسل و مذہب، اتحادِ وطن، اتحادِ زبان، اخلاق واطوار، تمدن وتہذیب کی یک رنگی، رسوم کی مماثلت، موت زندگی، شادی غمی، ملنے جلنے، رہنے سہنے میں افراد قوم کی باہمی ہم آہنگی، وغیرہ" رسالہ متحدہ قومیت" میں میں سمجھتا ہوں قوم کے معنی نہ یہ مراد ہیں نہ وہ۔ وہ یعنی قوم کے پہلے معنی سرے سے اس رسالہ کے کام ہی کے نہیں اور دوسرے معنی قوم کے نہ ہندوستان میں پائے جاتے ہیں نہ زیر تجویز متحدہ قومیت سے ان کی توقع کی جاتی ہے۔ یہاں صرف رشتۂ وطنیت پر متحدہ قومیت کی بنیاد رکھی جاتی تاکہ اہل وطن کی مشترکہ اغراض حاصل ہوسکیں لیکن رسول اللہ نے مدینہ منورہ میں اگر کوئی متحدہ قومیت بنائی تھی تو اس میں باستثنائے مذہب مذکورہ بالا ساری صفات موجود تھیں کیونکہ وہ یہودی جن کا ذکر نامۂ نبوی میں آیا ہے اور جو مسلمانوں کے ساتھ امت واحدہ یا متحدہ قوم کا جز تھے، سب کے سب عرب تھے، ایک ملک کے رہنے والے تھے، ایک دوسرے کے رشتہ دار تھے۔ ان کی طرف سے خود رسول اللہ کے

(نوٹ صفحہ ۲۹۰) ؎ ہم سابقاً ایک جگہ لکھ چکے ہیں کہ ابو عبید کی روایت کا متن بہ نسبت ابن ہشام کی روایت کے کم ہے۔ اس سے یہ دھوکا نہ ہونا چاہیے کہ متحدہ قومیت و اسلام میں جو دفعات اختیار کی گئی ہیں وہ ابو عبید کی روایت کا متن ہوگا۔ یہ انتخاب در انتخاب ہیں۔ اصل سے مقابلہ کرکے دیکھ لیجیے۔

قرابت دار تھے، ایک زبان بولتے تھے، اخلاق و اطوار تہذیب و تمدن ان کا ایک تھا، یکساں معاشرت تھی۔ اوضاع و اطوار رسم و رواج میں باہم غیریت نہ تھی۔ غرض قوم و اُمت کے اوصاف کثیرہ اُن میں موجود تھے۔ مذہب نے اُن کو اُمتِ عربیہ قومیت عربیہ سے خارج نہیں کیا تھا اس لیے وہ ابھی اپنی اصل پر اُمتہ واحدہ تھے۔ رسول نے صرف اتنا کیا کہ دو مذہب والوں کی کی نا اغراض کے لیے ایک پارٹی بنا دی اور بس اور وہ بھی ایک وقتی مصلحت تھی، وقت آیا تو آپ نے اپنے عمل سے اور اللہ نے اپنے حکم سے اس پارٹی کا خاتمہ کر دیا۔ اور جب تک بھی یہ پارٹی رہی اس کا اصل اصول رہا۔ ناسلم کا تابع ہونا اور مسلم کا متبوع ہونا۔ آئیے اب دیکھیے کہ جن یہود کا نامۂ نبوی میں ذکر آیا ہے وہ واقعی ایسے تھے بھی جیسا کہ ہم نے انہیں بتایا ہے یا نہیں۔

مدینہ میں جس کا قدیم نام یثرب تھا دو نسلاً متائز قومیں آباد تھیں۔ ایک قحطانی عرب۔ دوسرے اسرائیلی یہود۔ یہ عرب دو قبیلوں میں منقسم تھے، خزرج اور اوس۔ اور اسرائیلی تین قبیلوں میں۔ بنو القینقاع، بنو النضیر اور قریظہ۔ سارے یثرب میں یہی تینوں قبیلے نسلاً یہودی تھے لیکن وہ اوروں کو بھی اپنے مذہب میں شامل کر لیتے اور کر سکتے تھے، اس لیے بہت سے عرب بھی یہودی ہو گئے تھے۔ خاص کر اوس اور خزرج میں۔ کہ عرب میں وہی اُن کا مرکز تھا

اوس و خزرج والے اہل کتاب سمجھ کر یہود کا بڑا احترام کرتے تھے یہاں تک کہ ان قبیلوں میں اگر کسی عورت کے اولاد خاص کر نرینہ اولاد نہ ہوتی تو وہ منت مانتی کہ خدا مجھے بیٹا دیگا تو میں اس کو یہودی بناؤنگی اور جب بیٹا ہوتا تو منت کے موافق اسے یہودی بنا دیتی۔ ممکن ہے کچھ لوگ خود بھی یہ مذہب اختیار کر لیتے ہوں۔ ان وجوہ سے اوس و خزرج کے بطون میں یہودیوں کی اچھی خاصی تعداد ہو گئی تھی، بلکہ مذہب کے لیے ایسے ایسے عالم بھی ان میں پیدا ہو گئے تھے کہ احبار یہود سے بھی بڑھے چڑھے کہلانے جانے تھے۔ اسرائیلی یہود بھی ہم مذہبی کی بنا پر ان کی عزت کرتے اور ان کی قوم قبیلہ کے لوگ بھی

کہ آخرانہی میں سے تھے۔ بنوساعدہ، بنوالحرث، بنوجشم، بنوالنجار۔ بنوعمروبن عوف، بنوالنبیت، بنو الاوس وغیرہ جن کا نام نامۂ نبوی میں آیا ہے سب کی سب اوس وخزرج ہی کی شاخیں تھیں ؎، اور ان میں سے ہر ایک میں کچھ کچھ یہودی مذہب کے لوگ موجود تھے، جن میں عالم بھی تھے اور عامی بھی مگر کثرت ان میں مشرکین کی تھی، جو قریش مکہ کی طرح بتوں کی پرستش کیا کرتے تھے۔

ظاہر ہے کہ یہود بنی اسرائیل سرزمین عرب میں اجنبی تھے خواہ مدتوں سے مدینہ رہتے چلے آئے ہوں۔ برخلاف اس کے اوس خزرج دونوں خاک عرب سے ہی اُٹھے تھے۔ اس لیے کبھی کبھی ان عربوں اور اسرائیلیوں میں لڑائی ہو جاتی تھی۔ کبھی یہ غالب آتے اور کبھی وہ کہتے ہیں کہ آخری لڑائی ان میں وہ ہوئی جو یوم بعاث کے نام سے مشہور رہے۔ اس لڑائی میں کہیں بنی اسرائیل عربوں سے کہہ بیٹھے کہ تمہاری شامت قریب آلگی ہے۔ آنیوالا نبی جس کی توریت میں خبر دی گئی ہے آیا ہی چاہتا ہے ہم اُس کے ساتھ ہو کر تمہاری اچھی طرح خبر لینگے۔ اوس وخزرج ابھی اس بات کو نہ بھولے تھے کہ حج کے لیے مکہ پہنچے، وہاں دعوت اسلام شروع ہو چکی تھی۔ رسول اللہ نے ان لوگوں کو بھی اللہ کا پیغام پہنچایا۔ اگر یہود کی دھمکی واقفی تھی تو اس کی یاد اس پر کلمۃ الحق کا اثر۔ وہ مسلمان ہو گئے اور مدینہ پہنچ کر اسلام کی تبلیغ شروع کر دی۔ اور دوسرے سال مکہ آکر نصرت و حمایت کے وعدہ پر رسول اللہ کو مدینہ بلالیا۔ رسول اللہ نے مدینہ پہنچ کر اوس وخزرج دونوں کو انصار کا خطاب دیا۔ جو لوگ اب تک ان میں سے ایمان لائے تھے سچے دل سے ایمان لائے تھے۔ انہوں نے نشر و تبلیغ اسلام میں ایسی کوشش کی کہ اوس وخزرج میں تھوڑے ہی دنوں میں گھر گھر مسلمان دکھائی دینے لگے۔

رسول اللہ کو یثرب کے یہودیوں سے توقع تھی کہ وہ دعوت اسلام کو جلدی اور بآسانی

؎ دیکھیے۔ حربیاء ومن حضر بدرا من المسلمین من قریش ومن معھد۔ سیرت

قبول کرلینگے لیکن وہی آپ کے زیادہ سے زیادہ دشمن اور مخالف اسلام ثابت ہوئے وجہ یہ کہ وہ اپنے آپ کو خاصانِ خدا شمار کرتے تھے اور سمجھے بیٹھے تھے کہ توریت کی پیشین گوئی کے مطابق جو نبی آنے والا ہے وہ انہی میں پیدا ہوگا۔ جب دیکھا کہ وہ بنی اسماعیل میں آیا تو جل مرے اور اپنا دیرینہ وقار جاتا دیکھ کر حق کی مخالفت پر آمادہ ہوگئے اور مشرکین مکّہ سے بھی سبقت لے گئے۔

جب یہودی بنی اسرائیل کی طرف سے اسلام کی مخالفت شروع ہوئی تو ردِّ عمل میں جان آئی ان مذہبی یہودیوں کی جو اُن عرب قبیلوں میں تھے جن کے نام ہم لکھ آئے ہیں اور بتا آئے ہیں کہ وہ اوس وخزرج کی شاخیں ہیں مذہب اُن کو بنی اسرائیل کی طرف کھینچتا تھا، اور خون کا تعلق اپنے اُن رشتہ داروں کی طرف جو مسلمان ہو چکے تھے۔ آخر جو دلیر تھے وہ ایک طرف ہو کر یا یہودیت پر اڑ گئے یا سچے دل سے مسلمان ہو گئے لیکن ایسے دلیر کم ہمیشہ کم ہی ہوا کرتے ہیں کثرت ہمیشہ ہوتی ہے دل کے بودوں کی، خاص کر جہاں اس قسم کی کشمکش ہو۔ ناچار اوس و خزرج میں جو لوگ اس قسم کے تھے اُنہوں نے عموماً منافقت اختیار کی۔ ظاہر میں مسلمان تھے اور باطن میں یہودی یا یہودیوں کے طرفدار تھے مگر انہی میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو یونہی کچدار و مریز میں گزارتے تھے، نہ ابھی یہودیت کو چھوڑتے تھے نہ قوم وقبیلہ ہی سے جو بیشتر مسلمان ہو چکے تھے، بگاڑ کرنا پسند کرتے تھے۔ یہودی تھے مگر اکثر معاملات میں قبیلہ کا ساتھ دیتے تھے۔ اس لیے ان کے باب میں مصلحت یہی ہوئی ہوگی کہ رسول اللہ ان کو اپنے اور اپنی جماعت کے ساتھ رکھیں اسی لیے مسلمانوں اور ان یہود کی ایک اتحادی جماعت بنادی۔

مدینہ پہنچ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی سال بھر تک محض دعوت اسلام اور اس کی تبلیغ میں مشغول رہے تھے کہ غزوات کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ یہ کیوں؟ اس کے بیان کا یہ موقع نہیں مگر یہاں اتنا بتانا ہی چاہیے کہ ابتدائی غزوات وسرایات میں صرف مہاجرین ہی قریش کے خلاف

چلتے رہے۔ بدرالقتال پہلا غزوہ تھا جس میں انصار ان کے ساتھ شریک ہوئے۔ اوّل اوّل رسول اللہ کو خیال رہا کہ دیکھیے انصار غزوہ میں شریک ہوتے ہیں یا یہ کہہ دیتے ہیں کہ ہم نے مدینہ میں حمایت ونصرت کا وعدہ کیا ہے نہ مدینہ سے باہر جاکر لڑنے مرنے کا۔ لیکن جب آپ نے انصار سے اس کا ذکر کیا اور اُنھوں نے جواب دیا کہ ہم آپ کی رسالت پر ایمان لائے ہیں آپ کے ساتھ سمندر میں کودنے کو تیار ہیں تو آپ کو اطمینان ہوا۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسی زمانہ کے آس پاس یہ نامہ جو میرے نزدیک ایک دستور العمل ہے، آپ نے مومنین قریش، انصار اور انصار ہی کے رشتہ دار یہودیوں کے باب میں لکھوایا۔ کہ ان یہودیوں سے (اس لیے کہ وہ ایمان نہ لانے کے باوجود اپنے مسلمان رشتہ داروں کے ساتھ ساتھ تھے) عصبیت قومی کی بناء پر یہ توقع ہوسکتی تھی کہ وہ شریک غزوات ہوجائیں، اسی لیے سرنامہ میں یہ الفاظ لکھوائے۔ ومن تبعھم فلحق بھم وجاھد معھم اور پھر ومن تبعنا من الیہود کے بعد صرف وہی قبائل نام بنام ذکر کیے، جن میں اسلام عام ہوچکا تھا اور یہودی کم رہ گئے تھے، اور وہ بھی کچھ ایسی حالت میں تھے کہ ظن غالب یہ تھا کہ وہ اپنے ہم قبیلہ مسلمانوں کا ساتھ دینگے۔ اسی لیے جن یہود سے یہ توقع نہ تھی یعنی بنی قینقاع، بنی نضیر اور قریظہ ان کا نام بھی اس نامہ میں نہیں ہے، نہ کبھی آپ نے ان کو جہاد میں شریک کرنا پسند کیا۔

رسول اللہ احد کو قریش کے مقابلہ کے لیے جارہے تھے کہ عبداللہ ابن اُبی بن سلول جو راس المنافقین تھا رسول اللہ کے تہائی ہمراہیوں کو ساتھ لے کر آپ سے جدا ہوا اور مدینہ واپس چلا آیا۔ ظاہر ہے کہ یہ کیسا نازک وقت ہوگا۔ زہری سے روایت ہے کہ بعض انصار نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ ہم اپنے حلیف یہود (بنی النضیر اور قریظہ) کو نہ بلالیں وہ آکر ہماری مدد کرینگے آپ نے فرمایا "لاحاجۃ لنا فیھم" نہیں ہیں ان کی ضرورت نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ یہود (بنی اسرائیل

کو کبھی آپ نے شریک جہاد نہیں کیا۔ اس لیے زیر بحث نامۂ نبوی کے متعلق یہ خیال کرنا کہ اس میں عام یہود مدینہ کے ساتھ معاہدہ پایا جاتا ہے یا ومن تبعنا من الیہود عام ہے اور یہود بنی اسرائیل یہودی (نامسلم) رہ کر بھی اس نامہ کے تحت میں تھے یا آسکتے تھے، کسی طرح صحیح نہیں۔ؔ مگر "متحدہ قومیت اور اسلام" میں جو کچھ اس نامہ کے متعلق لکھا ہے اُس سے مفہوم ہوتا ہے کہ مدینہ کے عام اور تمام یہودی اس معاہدہ میں شریک تھے۔ اور رسول اللہ نے مومنین قریش، مدینہ کے انصار اور مدینہ کے عام یہود سے ایک متحدہ قوم بنائی تھی۔ اور پھر اس پر طرہ یہ ہے کہ اوس وخزرج کے ان بطون کو جنہیں رسول اللہ انصار کا خطاب دیتے ہیں یہودیوں کے قبائل مختلفہ قرار دے دیا ہے۔ چنانچہ صفحہ ۴۰ لکھا ہے

"یہ عہد نامہ بہت طویل ہے، جس میں مسلمانوں کے قبائل مہاجرین اور انصار کا تفصیلاً ذکر کیا گیا ہے اور اسی طرح یہودیوں کے قبائل مختلفہ کا تذکرہ ہے"

حالانکہ اس نامہ میں نہ قبائل مہاجرین کا ذکر ہے نہ یہودیوں کے قبائل مختلفہ کا۔ بلکہ انصار کے قبائل اور اُن قبائل میں جو یہودی تھے اُن کا ذکر ہے۔ اگر کہا جاتا کہ قبائل مختلفہ کے یہودیوں کا تذکرہ ہے تو یہ البتہ صحیح ہوتا۔ رہے یہود بنی اسرائیل ان کا نامہ میں کہیں نام ہی نہیں ہے۔

کہا جاسکتا ہے کہ جن بطون وعشائر کا نام نامہ میں آیا ہے۔ جیسے وہ انصار اور مسلمانوں کے قبیلے تھے ویسے ہی وہ یہود کے بھی قبائل تھے، اس مناظرانہ نکتہ آفرینی سے میں کیا کوئی بھی انکار نہ کرسکیگا لیکن سوال یہ ہے کہ جو کچھ لکھا گیا ہے اُس کے پڑھنے والے بھی اس سے یہی سمجھتے ہیں یا نہیں میں نے جس سے پوچھا مجھے کسی نے یہ مفہوم نہیں بتایا۔ یہ خدا جانے یا لکھنے والا کہ لکھنے کے وقت

ؔ یہاں بحث اس نامہ سے اور اس امر سے ہے کہ مفروضہ متحدہ قومیت میں یہود بنی اسرائیل بھی شامل تھے یا نہیں۔ اس سے بحث نہیں ہے کہ یہود بنی اسرائیل کسی طرح بھی رسول اللہ اور مسلمانوں کے حلیف تھے یا نہیں، وہ حلیف تھے مگر اس حیثیت سے اوس وخزرج کے حلیف تھے نہ اس حیثیت سے کہ اس نامہ کے ماتحت تھے۔ اور فرضی متحدہ قوم میں شامل۔

دل میں کیا خیال تھا۔ کتاب میں مجھے یہ مفہوم کہیں نہیں ملا، کتاب کی عبارت سے وہی مطلب نکلتا ہے جو ہم نے بیان کیا اور پڑھنے والوں نے بھی عموماً یہی سمجھا۔

ابھی مفروضات خیالی ہیں ہمارے سامنے ایک فرض اور باقی ہے کہ ہم یہ بھی فرض کرلیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے نہ صرف ایک متحدہ قومیت بنائی اور ضرور بنائی بلکہ صرف رشتہ ہوطنیت کی بنا پر بنائی لیجیے ہم نے یہ بھی فرض کرلیا جس عالم، علماء کی جماعت جس مسلمان، مسلمانوں کی جماعت میں طاقت ہے، ہندوستان میں مسلم وغیر مسلم کے ارتباط سے متحدہ قوم بنائے، اور محض رشتہ ہوطنیت کی بنا پر بنائے مگر ایسی تو بنائے کہ اس میں غیر مسلم تابع ہوں اور مسلم متبوع، اور اس کو اُمّةٌ من المسلمین بھی اگر کوئی چاہے تو کہدے اور پھر اس پر کوئی یہ کہنے والا نہ ہو، یہ کیا کہا جیسے رسول اللہ نے زبان ہی سے نہیں کہا بلکہ لکھوا دیا تھا کہ وان یہود بنی عوف اُمّةٌ من المومنین۔ لیکن "متحدہ قومیت اور اسلام" میں تو ہم یہ لکھا ہوا پاتے ہیں "مذکورہ بالا بیان سے یہ واضح ہوگیا کہ مسلمانوں کا غیر مسلموں سے مل کر ایک قوم بنایا بنانا نہ تو ان کے نفس دین میں خلل انداز ہے اور نہ یہ امر فقہ اسلامی قوانین اجتماعیہ کے خلاف ہے" نامۂ مبارک اور اس کی نصی دلالت کی بنا پر غیروں کو اپنے میں ملا کر متحدہ قومیت بنانا مسلم لیکن مل کر متحدہ قوم بنجانا، مغلوبانہ نہ سہی مرتبۃً مساویانہ سہی اس نامہ کی کونسی دفعہ کونسے فقرہ اور کونسے الفاظ سے ثابت ہوا۔ اور وہ کونسے زمانہائے سابقہ تھے جس میں مسلم باختیار خود ایسی قوم بن کر رہے اور اس امر کو اس نامۂ نبوی یا کسی اور حکم مذہبی کے مطابق بھی مانا۔ کاش یہ باتیں بھی رسالہ میں کہیں موجود ہوتیں کہ ہمیں اس سوال کی ضرورت ہی پیش نہ آتی۔

مگر یہ غیر مسلموں میں مل کر قوم بنا اجتہاد پر مبنی ہو تو ایسا اجتہاد کی خواہ وہ کسی کا ہو نص صریح کے مقابلہ میں قدر و قیمت معلوم، رسول اللہ ہر نامہ نامۂ مبارک میں فرمائیں ومن تبعہم فلحق بھم وجاھد [illegible] بات سا کے نامہ کی بنا پر نظر آئے گر متحدہ قومیت بنانے کے داعی و حامی اسکے برعکس کا دعویٰ کریں اور پھر اسی نامہ سے اپنے دعوے کو ثابت کریں